حضرت شیخ محمد یونس جونپوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سفر نامہ ہند (۴)

حضرت شیخ محمد یونس جونپوری

بقلم: ڈاکٹر محمد اکرم ندوی آکسفورڈ

آج منگل کا دن ۱۷ شوال سنہ ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۱ جولائی سنہ ۲۰۱۷م ہے، صبح ہی سے مجھ پر اضطراب کی کیفیت طاری ہے کہ کس طرح ہم وقت پر مظاہر العلوم پہنچ جائیں، آج شیخنا المکرم اور اس عصر کے محدث اعظم کی زیارت کرنی ہے، مظاہر العلوم کو بجا ہے کہ اپنے مایہ ناز شیخ الحدیث پر ناز کرے، اور اس مفخرہ علماء، یادگار سلف اور نادرہ روزگار پر فخر کرے:

مبارک منزلے کان خانہ را ماہے چنین باشد

ہمایون کشورے کان عرصہ را شاہے چنین باشد

میرا خیال مظفر آباد سے سات بجے نکلنے کا تھا، لیکن ناشتہ اور ملاقاتوں کی وجہ سے کچھ تاخیر ہوگئی، عزیزی صاحب نے میری پریشانی دیکھ کر تسلی دی کہ ہر کام وقت پر ہوجائے گا، ہم لوگ تقریبا ۸ بجے سہارنپور کے لئے روانہ ہوئے:

رگ رگ میں ایک برق خرامان لئے ہوئے

دل ہے ہوائے منزل جانان لئے ہوئے

راستہ میں مولانا ناظم ندوی سے فون پر بات ہوئی، مولانا کا اصرار تھا کہ حضرت شیخ سے ملاقات کے بعد میں تھوڑی دیر کے لئے ان کے ادارے کی زیارت کرلوں، عزیزی صاحب نے بھی یہی مشورہ دیا، اس لئے میں نے

Uploaded by: www.nawadir.org

ہاں کرلی، مولانا ناظم ندوی صاحب ندوہ مین مجھ سے کئی سال سینیر تھے، اور میرے زمانہ میں الاصلاح کے ناظم تھے، اور خطابت اور مقالہ نویسی میں نمایاں.

راستہ میں سوچ رہا تھا کہ حضرت شیخ سے ملاقات پر ان سے کیا باتیں کرنی ہیں، انہیں عبد اللہ التوم، احمد عاشور، محمد زیاد التکلۃ، محمد بن ناصر العجمی اور شیخ نظام یعقوبی وغیرہ کا سلام عرض کرنا ہے، اور حدیث کے متعلق کچھ سوالات کرنے ہیں، میں اسی قسم کے خیالات میں گم تھا، اور میں اور میرے ساتھی مختلف موضوعات پر گفتگو میں محو تھے کہ گاڑی سہارنپور شہر میں داخل ہوگئی، جب ہم مظاہر العلوم کے دار قدیم سے دار جدید کی طرف مڑے تو طلبہ واساتذہ کو سڑک کے کنارے اور صحن مدرسہ مین ایستادہ پایا، ماحول پر ایک سکوت طاری تھا، ایک عجیب وغریب سناٹے کا عالم تھا:

ایک افسون بدوش ظلمت میں

ایک گہرے سکوت کا عالم

روئے خندان نہ دیدہ گریان

جلوہ گل نہ رشحہ شبنم

اس وقت تقریبا نو بجے تھے، مین نے ساتھیوں سے دریافت کیا کہ لوگ کیوں کھڑے ہیں، تو کسی ساتھی نے جواب دیا کہ داخلہ کا زمانہ ہے، ابھی تعلیم شروع نہیں ہوئی ہے، اس لئے طلبہ ادہر ادہر ٹہل رہے ہیں، گاڑی دار جدید کے اندر گئی، اور یہی منظر، بلکہ دیکھا کہ طلبہ دار جدید کی اوپر کی منزلوں اور چھتوں پر کھڑے گیٹ کی طرف ٹکٹکی لگائے ہوئے ہیں، میرے ذہن میں آیا کہ شاید کوئی اہم شخصیت آنے والی ہے اور لوگ اس کا استقبال کر رہے ہیں، میں نے جلدی سے گاڑی سے اتر کر ایک طالب علم سے ماجرا پوچھا، اس نے جو جواب دیا اس کے لئے ہم تیار نہیں تھے، وہ خبر دلخراش ہم پر صاعقہ بن کر گری، اس نے کہا کہ حضرت شیخ یونس کا ابھی انتقال ہوا ہے، اور اسپتال سے ان کا جسد خاکی پہنچنے والا ہے، ہائے جس سے ملاقات کے لئے انگلینڈ سے سہارنپور کا سفر کیا تھا، ہائے ہم جس کی باتیں سننے کے لئے یہاں آئے تھے وہ آواز ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئی، اِنا للہ واِنا اِلیہ راجعون:

Uploaded by: www.nawadir.org

اب اسے ڈھونڈہ چراغ رخ زیبا لے کر

ویران ہے میکدہ خم وساغر اداس ہیں

تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

مین نے اپنے عرب دوستوں احمد عاشور وغیرہ اور انگلینڈ کے ساتھیوں کو اس حادثہ جانکاہ کی خبر کی، میرے ساتھی ڈاکٹر شامخ اور ان کے والد نے شیخ سے کبھی ملاقات نہیں کی تھی، اور سہارنپور صرف شیخ سے ملنے کے لئے آئے ہوئے تھے، ان کی یہ تمنا نا تمام رہ گئی، اسی طرح اس سال جن طلبہ نے دورہ حدیث میں داخلہ لیا تھا وہ اپنی آرزؤں کی قربانی پر نوحہ کنان تھے:

افسوس بر آن دیدہ کہ روئے تو ندیدہ ست

یا دیدہ وبعد از تو بہ روئے نگریدہ ست

آنے والی نسلیں تم پر ناز کریں گی ہم عصرو!

جب یہ سنین گی تم وہ ہو جس نے فراق کو دیکھا ہے

آہ! سہارنپور کی زینت گئی، اور درہ تاج مظاہر العلوم رخصت ہوا، پورا مدرسہ دار الحزن، ماتمکدہ اور محفل نوحہ وغم مین تبدیل ہو گیا:

شہر سارا بنا ہے بیت حزن

ایک یوسف نہیں جو کنعان میں

اس مدرسہ کی تاریخ میں یہ سب سے بڑا حادثہ تھا، اسکے پہلے شیخ الحدیث مولانا خلیل احمد سہارنپوری اور ان کے جانشین مولانا زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہما کا انتقال یہاں سے دور مدینہ منورہ میں ہوا تھا، اس سلسلۃ الذہب کی تیسڑی کڑی کا سانحہ ارتحال یہاں پیش آیا، خبر آنا فانا پورے شہر، بلکہ پورے ملک اور اکناف عالم میں پھیل گئی اور لوگ دور دور سے جوق در جوق یہاں پہنچنے لگے، ناظم مدرسہ مولانا سلمان صاحب دامت برکاتہم کے گرد

Uploaded by: www.nawadir.org

انسانوں کا ہجوم تھا جو بڑھتا ہی جا رہا تھا، ہم نے ہمت کرکے جگہ بنائی، بڑی مشکل سے مولانا کے پاس پہنچے اور رسم تعزیت ادا کی.

تیرے جانے سے گمان برہمی دہر کا تھا

تو گیا اور پیا دہر میں محشر نہ ہو

آج بخاری شریف کا سب سے بڑا عالم رخصت ہوا، بر صغیر بلکہ پورے عالم اسلام میں اس کے برابر بخاری کا کوئی عالم نہیں تھا، میں نے ہندوستان، پاکستان اور عالم عرب کے شیوخ کی مجالس حدیث میں شرکت کی ہے، اور جن کے دروس نہیں سنے ان کی تحریریں دیکھی ہیں، کسی کو اس مرد نکتہ دان سے کیا نسبت، خاک کو آسمان سے کیا نسبت، میرے عرب دوست علمائے حدیث اس کی بخاری فہمی پر انگشت بدنداں تھے، اس کی نکتہ سنجیاں اس کے علم وفہم اور گہرے تدبر و تفکر کا نتیجہ تھیں، اس نے صحیح بخاری پر کسی فقہی یا فکری مکتبہ فکر کے پیروکار کی حیثیت سے نگاہ نہیں ڈالی، وہ صحیح بخاری امام بخاری کی نگاہ سے پڑھنے کا عادی تھا، اس کتاب کے سب سے بڑے شارح حافظ ابن حجر عسقلانی بھی کبھی کبھی شافعی مسلک کی عینک پہنے نظر آتے ہیں، لیکن آج کا رخصت ہونے والا وہ عالم راسخ تھا جس نے حق صدق وامانت ادا کردیا.

آج اس ذات نے عالم فانی کو خیر باد کہا، جس کی مجلسوں میں امام علی بن المدینی کی علل فہمی کا تذکرہ ہوتا، جہاں رواۃ حدیث پر یحیی بن معین، احمد بن حنبل، ابو زرعہ الرازي اور ابو حاتم الرازي کے اقوال زیر بحث ہوتے، جو ابن تیمیہ، مزی، برزالی اور ذہبی کا عاشق تھا، جو ابن رجب، ابن عبد الہادي کے حوالے دیتا، جو ابن حجر کی آراء کا ناقدانہ تجزیہ کرتا، جس کی ہر مجلس میں نئی تحقیقات سننے کا موقع ملتا، جو متقدمین ومتاخرین کی آراء سے واقف ہی نہیں بلکہ ان کے ما لہ وما علیہ پر درجہ استناد رکھتا تھا، وہ حافظ حدیث تھا، اور اپنے موضوع پر حجت.

وہ مجلس سونی ہوگئی جس میں حدیث کی کتابوں کے تذکرے ہوتے، جہاں موطا اور اصول ستہ کے نام بار بار آتے، جہاں سنن دار قطنی، سنن بیھقی، مستدرکحاکم پر گفتگو ہوتی، جہاں تاریخ بخاری، تاریخ بغداد، تاریخ دمشق، تہذیب الکمال، تذکرۃ الحفاظ، سیر اعلام النبلاء، میزان الاعتدال اور تہذیب التہذیب زیر بحث آتیں، جہاں مقدمہ مسلم،

Uploaded by: www.nawadir.org

علل الترمذي، المحدث الفاصل، معرفۃ علوم الحدیث، الکفایۃ فی علم الروایۃ، الرحلۃ فی طلب الحدیث، الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع، الإلماع، مقدمہ ابن الصلاح، التقیید والإیضاح، نزہۃ النظر وغیرہ کی گتھیاں سلجھائی جاتیں.

وہ صاحب نظر ہم میں نہ رہا، جو محدثین کے اصول اور سلف کے منہج کے مطابق تفصیل کے ساتھ صفات الٰہی کی تشریح کرتا، جو خوارج، شیعہ، جبریہ، قدریہ، مرجئہ، معتزلہ، اور دیگر فرق باطلہ کی برملا علمی تردید کرتا، جو اشاعرہ وماتریدیہ کے اقوال ودلائل کی کمزوریاں واضح کرتا، جو ابن تیمیہ کی تحریروں کے اس طرح حوالے دیتا گویا وہ اسے ازبر ہوں، جو کسی کھوکھلی مصلحت اور سیاسی دور اندیشی کی پرواہ کئے بغیر ابن تیمیہ سے اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار کرتا، بلکہ ابن تیمیہ کو اپنا شیخ کہتے نہ تھکتا.

ایک روشن دماغ تھا نہ رہا، ایک ضیا پاش چراغ تھا نہ رہا، آہ! ہندوستان کا وہ عالم محقق وفات پاگیا، جو تقلید سے بالا تر تھا، آج جبکہ تقلید عوام میں نہیں بلکہ خواص میں بھی پھیلی ہوئی ہے، اور بہت سے اقزام اس تقلید پر فخر کنان ہیں، وہ بیشہ علم وتحقیق میں جرات وہمت کا امام اور عزم وحوصلہ کا بادشاہ تھا، ہر چیز کو اپنی نگاہ سے دیکھنے کا خوگر تھا، اور ہر بات کو اپنی عقل سے سمجھنے کی کوشش کرتا تھا، اس کے علم کی گہرائیوں نے اسے تقلید کی پستی سے نکالکر تحقیق واجتہاد کے مقام بلند پر فائز کردیا تھا، راقم سطور اور راقم سطور جیسے سیکڑوں انسان اس کی اس صفت کے شیدائی تھے:

شبلی خراب نرگس چشم خراب اوست

مجھے ڈر ہے کہ کوتاہ بیں وکوتاہ نظر، دوں ہمت وپست حوصلہ اسے اپنی صف میں لاکر کھڑا کرنے کی کوشش کریں گے، اس پر تقلید وروایت پرستی کی قبائے تنگ ڈالی جائے گی، لیکن یہ کوشش اتنی بھونڈی ہوگی کہ جسے بھی اس کی مجلسوں کا ادنی ذوق ہے وہ اسے ہرگز قبول نہیں کرے گا:

دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھکر

تحقیق واجتہاد کے اعلی مقام پر فائز رہتے ہوئے ائمہ کرام اور علمائے سلف کا پورا احترام کرتا، ایک بار مجلس میں تواضع کے ساتھ فتح الباری میں ابن حجر پر اپنے تعقبات کا ذکر کیا، تو میں نے عرض کیا کہ اگر ابن حجر کی وہ

Uploaded by: www.nawadir.org

ساری غلطیاں املا کرادیتے تو ہمارے پاس کتنی اہم دستاویز مہیا ہوجاتی، فرمایا نہیں، میں یہ نہیں چاہتا کہ لوگ ابن حجر پر تنقید کریں، مین نے ان تعقبات کو اپنی تحریروں میں منتشر کردیا ہے، جو ساری تحریریں پڑھے گا، اسے یہ معلومات حاصل ہوجائیں گی.

وہ عبادت گزار تھا، تقوی اور خشیت الہی سے متصف، اس کی مجلسوں نے حاضرین کے اندر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور سنت کی اہمیت راسخ کردی تھی، زہد اس کا خاصہ تھا، اس نے اپنے قدموں میں حنائے قناعت لگا رکھی تھی:

دنیا اگر دہند نہ جنبم زجائے خویش

من بستہ ام حنائے قناعت پبائے خویش

سنت وحدیث کی امامت کا ذکر آتا تو زبانوں پر سب سے پہلے اسی کا نام آتا، اس کا انتقال ہوا، اور سارے شیوخ حدیث برابر ہوگئے، امام اوزاعی کا قول ہے: إذا مات ابن عون وسفيان الثوري استوى الناس، یہ قول کسی وقت عبد اللہ بن عون اور سفیان ثوری کے لئے سچا تھا تو آج اس کا انطباق اس جانے والے پر ہوتا ہے جس نے آج سارے علماء کو ایک درجہ میں کردیا:

داغ معجز بیان ہے کیا کہنا

طرز سب سے جدا نکالی ہے

نظر نواز نظاروں مین جی نہیں لگتا

وہ کیا گئے کہ بہاروں میں جی نہیں لگتا

نغمہ کارون کے لئے ناخن مضراب کہاں

سینہ ساز سے اٹھی نہ صدا میرے بعد

Uploaded by: www.nawadir.org

ہندوستان میں، حرمین شریفین میں اور انگلینڈ میں ہمیشہ دیکھا ہے کہ جدھر وہ ہوتا اسی طرف ہجوم علماء وطلبہ ہوتا:

سلطان خوبان می رود ہر سو ہجوم عاشقان

چابک سواران یک طرف مسکین گدایاں یک طرف

وہ چلا گیا، اور اس نے کوئی جا نشین نہیں چھوڑا، کیونکہ اس کا مقام کسی مسند سی عبارت نہیں تھا کہ اس کے بعد کوئی دوسرا اس مسند پر بیٹھ جاتا، نہ ہی اس کا مقام کسی عہدے اور منصب کا نام تھا کہ اس کے بعد کسی دوسرے کی اس پر تقرری ہوتی، نہ اس نے کوئی سجادہ چھوڑا کہ اس کی جانشینی اختیار کی جاتی، ہر چھوٹے بڑے مدرسہ میں شیخ الحدیث کا عہدہ ہے، لیکن کوئی شیخ یونس نہیں، وشتان ما بین خل وخمر، اس کا مقام علم کی وسعت وگہرائی، عقل وفہم، فکر وتدبر، تحقیق واجتہاد، صلاح وتقوی، اور خشیت واخلاص سے عبارت تھا، ان ائمہ متقدمین کے مانند تھا جن میں سے ہر ایک کے بارے میں کہا گیا ہے: لم یخلف بعدہ مثلہ: اک دھوپ تھی کہ ساتھ گئی آفتاب کے:

کوئی ویسا نظر نہیں آتا

وہ زمین اور وہ آسمان نہ رہا

بدخشان ویمن چھانا، لگائے غوطے دریا میں

نہ لب سا لعل اے آتش نہ دندان سا گہر دیکھا

Uploaded by: www.nawadir.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سفر نامہ ہند(۵)

تھانہ بھون

بقلم: ڈاکٹر محمد اکرم ندویآکسفورڈ

حق تو یہ تھا کہ میں حضرت شیخ کے جنازے میں شریک ہوتا، جس میں شرکت کے لئے علماء، مشایخ اور طلبہ ہر طرف سے کھنچے چلے آرہے تھے، اور خلقت کا اس قدر ہجوم تھا کہ سہارنپور میں کسی کے جنازہ میں اتنی بھیڑ نہیں دیکھی گئی، اور ان محبین ومعتقدین کے جلو میں آپ کو یہان کے ایک قبرستان میں دفن کردیا گیا، سنت نبوی کے اس عاشق کی تدفین کہیں ہو ان شاء اللہ حشر اس کا ساکنان مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وائمہ واعلام حدیث کے ساتھ ہی ہوگا:

اس درجہ ہے نسبت ترے کوچہ کی زمین سے

ہوں دفن کہیں بھی اٹھوں گا وہیں سے

صد افسوس کہ جسے تقدیر نے وفات کے وقت اس کے مقر پہ پہنچادیا تھا جنازہ میں شرکت سے محروم رہا، عذر لنگ یہ کہ مجھے آج شام کی فلائٹ سے دلی سے حیدرآباد کے لئے روانہ ہونا تھا، راستہ میں مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی مد ظلہ سے کاندھلہ مین ملاقات طے تھی، لوگوں نے مشورہ دیا کہ ہم سہارنپور سے جلد ہی نکل جائیں، ورنہ بھیڑ زیادہ ہوجانے کے بعد نکلنا مشکل ہو گا، یہ مشورہ مناسب معلوم ہوا، ہم نے اس اسپتال کا رخ کیا جہاں حضرت شیخ کا انتقال ہوا تھا، اندر جانے پر معلوم ہوا کہ جسد مبارک وہاں سے مدرسہ جا چکا ہے، ہم نے حضرت شیخ کے لئے دعا کی اور وہاں سے نکل پڑے:

ہجرت وطیف خیالھا لم یہجر

چلا اکبرآباد سے جس گھڑی

Uploaded by: www.nawadir.org

در وبام پر چشم حسرت پڑی

وكيف مقامي بالمدينة بعد ما

قضى وطرا منها جميل بن معمر

ہم نکل پڑے اور تصور میں ہے وہ مظاہر العلوم جس میں شیخ یونس نہیں، وہ سہارنپور جس میں اس کا مکین نہیں:

غزالاں تم تو واقف ہو کہو مجنون کے مرنے کی

دوانہ مر گیا آخر کو ویرانہ پہ کیا گزری

مولانا ناظم ندوی کو فون کیا، معلوم ہوا کہ حضرت شیخ کے جنازہ کے لئے مظاہر العلوم پہنچ رہے ہیں، مولانا نور الحسن صاحب سے بات کی تو فرمایا کہ وہ بھی کاندھلہ سے نکل رہے ہیں اس لئے راستہ میں تھانہ بھون میں ملاقات کرلی جائے، ہم نے عزیزی صاحب سے درخواست کی کہ وہ سہارنپور میں رک جائیں، اور جنازہ میں شرکت کریں، اور ہم ان کے مدرسہ کے استاد وذمہ دار قاری ندیم صاحب کی سربراہی میں سہارنپور سے روانہ ہوئے، قاری صاحب نے ہمارا بہت خیال رکھا، اور ایک اچھے رفیق سفر ہونے کا ثبوت دیا.

ہماری کار تھانہ بھون کی طرف چل رہی تھی، اور اس دوران شیخ کے متعلق کثرت سے پیغامات موصول ہوتے رہے، آپ کی وفات کی وجہ سے علم حدیث کی دنیا میں ایک ہلچل مچی ہوئی تھی، راستہ میں میری بیٹی سمیہ اور اس کے شوہر ابو الفرحان کا فون آیا، وہ اس سانحہ کی مزید تفصیلات معلوم کرنا چاہتے تھے، انگلینڈ کے ہمارے قدیم کرمفرما جناب سلیمان قاضی صاحب کا بھی فون موصول ہوا، اور اس حادثہ فاجعہ پر غم کا اظہار کر رہے تھے، تھوڑی دیر میں مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے قصبہ نانوتہ سے ہمارا گزر ہوا، اور راستہ میں دوسرے تاریخی مقام سے ہوتے ہوئے گیارہ بجے کے قریب تھانہ بھون پہنچے، ابھی مولانا نور الحسن صاحب کے پہنچنے میں تاخیر تھی، انگلینڈ کے ساتھیوں کی خواہش ہوئی کہ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مدفن اور خانقاہ امدادیہ کی زیارت کرلیں.

جس جا کہ خس وخار کے اب ڈھیر لگے ہیں

وہاں ہم نے انہی آنکھوں سے دیکھی ہیں بہاریں

Uploaded by: www.nawadir.org

ہم مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوئے، مزار قصبہ کے کنارے ایک احاطہ کے اندر واقع ہے، یہاں ایک مسجد کی بھی تعمیر ہوگئی ہے، یہ مسجد وہاں پہلے نہیں تھی، ہم نے قبر پر فاتحہ پڑھکر دعا کی، اور میں ماضی کے ایک تصور لذیذ میں کھو گیا:

مین سن رہا ہون اسے جو سنائی دیتا نہیں

مین دیکہتا ہون اسے جو دکہائی دیتا نہیں

میرے ذہنون مین وہ دور تازہ ہوگیا جب مولانا تھانوی کی کوششوں سے تقریبا نصف صدی تک تھانہ بھون علماء وصالحین کا قبلہ بنا ہوا تھا، اور یہاں سے اصلاح اور تعلیم وتربیت کا وہ عظیم الشان کام ہوا جس کی نظیر دور دور تک نہیں:

جس کی سانسوں سے مہکتے تھے در وبام ترے

اے مکان بول کہاں اب وہ مکین رہتا ہے

مولانا تھانوی کے آخری اور صالح و مصلح خلیفہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ندوہ میں، ہردوئی، الہ آباد، حرمین شریفین اور انگلینڈ میں بار بار اور تفصیلی ملاقات رہی ہے، آپ کے مواعظ اور مجالس سے استفادہ بھی کیا ہے، البتہ اجازت لینے کی نوبت نہیں آئی، اور شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ مولانا ابرار الحق صاحب کو حضرت تھانوی کی اجازت عامہ حاصل نہیں، انہیں صرف طریقت وتصوف میں خلافت ہے، البتہ مجھے مولانا عبید اللہ امرتسری مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت حاصل کرنے کا شرف ہے، وہ شاید مولانا تھانوی کے آخری شاگرد اور مجاز تھے، اب مولانا تھانوی سے روایت کرنے والا کوئی باقی نہیں.

اس کی بعد ہم خانقاہ امدادیہ پہنچے، ایک چھوٹا سا سادہ اور پر سکون زاویہ، جسے درویش خدا مست حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ نے بزم رشک جنان بنادیا:

نہ بادہ ہے نہ صراحی ہے نہ دور پیمانہ

Uploaded by: www.nawadir.org

فقط نگاہ سے رنگین ہے بزم جانانہ

اللہ تعالی نے ایسی برکت عطا کی کہ آپ کی وجہ سے سلسلہ چشتیہ صابریہ میں ایک نئ جان پڑ گئی، اور چشتیہ نظامیہ پر اسے وہ برتری حاصل ہوئی جو آج تک قائم ہے:

غنچوں میں اہتزاز ہے پرواز حسن کی

سینچا تھا کس نے باغ کو بلبل کے خون سے

رات کی تاریکیوں میں یہاں خالق ارض وسما کی وہ حمد وثنا ہوتی، یہاں اس جوش وخروش کے ساتھ ذکر الہی ہوتا کہ پوری کائنات اس سے ہم آہنگ ہوتی، اور فرشتے اس بقعہ نور کو اپنے وجود سے سجادیتے، اس کی دن کی مجلسیں اصلاح باطن وتحسین اخلاق کا کام کرتیں، اور رات کی محفلیں زمین کے اس ٹکڑے کو ارم نظیر بنادیتیں، اور ملأ اعلی میں اس کے چرچے ہوتے، غرض یہ زاویہ نفوس قدسیہ اور دلہائے شکستہ کا مرکز بن گیا:

در کوئے ما شکستہ دلی می خرند وبس

بازار خود فروشی ازاں سوئے دیگر ست

اس خانقاہ امدادیہ نے ہندوستان کی قسمت دگرگون کردی، یہیں علمائے کبار حاجی صاحب سے بیعت ہوئے، اور بہت جلد آپ کے خلفاء ومنتسبین ہندوستان کے اطراف میں پھیل گئے، مکہ مکرمہ ہجرت کرنے کے بعد آپ کے سلسلہ کو مزید وسعت حاصل ہوئی، ہندوستان مین آپ کے جانشین برحق مولانا قاسم نانوتوی اور مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہما تھے، ان دونوں کے بعد تھانہ بھون کی دکان معرفت ایک بار پھر زندہ، تابندہ ومتحرک ہوگئ:

دریں میدان پر نیرنگ حیران ست دانائی

کہ یک ہنگامہ آرائے وصد کشور تماشائی

مولانا تھانوی کے پاس جہاں ایک طرف دیوبند اور مظاہر العلوم کے علماء حاضر ہوتے وہیں ندوہ سے سید الطائفہ علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا عبد الباری ندوی، اور مولانا مسعود علی ندوی بھی اپنی پیاس بجھانے پہنچ گئے:

Uploaded by: www.nawadir.org

ہم ہوئے، تم ہوئے کہ میر ہوئے

اس کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

پیار کرنے کا جو خوباں ہم پہ رکھتے ہیں گناہ

ان سے بھی تو پوچھئے تم اتنے پیارے کیوں ہوئے

مولانا تھانوی کے انتقال پر سید صاحب نے اپنے پر درد وعالمانہ مضمون کی ابتدا ان زرین لفظوں سے کی: ”محفل دوشین کا وہ چراغ سحر جو کئی سال ضعف ومرض کے جھونکوں سے بجھ بجھ کر سنبھل جاتا تھا، بالآخر ... ہمیشہ کے لئے بجھ گیا ... یعنی حکیم امت، مجدد طریقت، شیخ الکل مولانا اشرف علی تھانوی نے ... اس دار فانی کو الوداع کہا ... جس کی ذات میں حضرات چشت اور حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت سید احمد بریلوی کی نسبتین یکجا تھیں، جس کا سینہ چشتی ذوق وعشق اور مجددی سکون ومحبت کا مجمع البحرین تھا، جس کی زبان شریعت وطریقت کی وحدت کی ترجمان تھی، جس کے قلم نے فقہ اور تصوف کو ایک مدت کی ہنگامہ آرائی کے بعد با ہم آغوش کردیا تھا“.

مولانا عبد الماجد دریابادی نے حکیم الأمت لکھ کر مولانا تھانوی کی ان خوبیوں کو بے نقاب کیا جو اب تک پردہ خمول میں پڑی ہوئی تھیں، اس کتاب کا کئی بار مطالعہ کیا، اور مولانا تھانوی کی زندگی کے نئے انسانی، معلمانہ ومربیانہ حکیمانہ پہلوؤں سے واقفیت ہوئی، مولانا کتاب کے دیباچہ طبع اول میں لکھتے ہیں: ”حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی بزرگ کس مرتبہ اور ولی اللہ کس پایہ کے تھے اس کا حال تو وہی بتا سکتا ہے جو خود بھی بزرگ، عارف اور ولی اللہ ہو ... اس لئے اگر کسی صاحب نے کتاب کو اس شوق میں کھولا ہے کہ اس میں حضرت کے مرتبہ معرفت وولایت کی تفصیل درج ہوگی یا ان صفحات میں حضرت کے مناقب عرفانی ومدارج روحانی کا بیان ہوگا تو خیر اسی میں ہے کہ آگے وہ ورق گردانی کی زحمت گوارا نہ فرمائیں، اور کتاب کو بے پڑھے بند کی بند رہنے دیں ... ”حضرت شیخ“ کے کمالات وفضائل اپنی جگہ پر، بہر حال اشرف علی تھانوی نامی ایک انسان بھی تو اسی صدی میں ہوئے ہیں، ان کی عمر کے آخری ۱۵-۱۶ سال کے زمانے میں اس نامہ سیاہ کو ان سے نیاز اور اپنی بساط کی حد تک گہرا نیاز حاصل رہا ہے، اور اس نے اپنے تجربے اور سابقے میں انہیں ایک بہترین انسان پایا، بس ان کی اسی انسانی زندگی کا ہلکا سا عکس ان نقوش وتاثرات کے اندر بند کرنے کی کوشش الٹی سیدھی آپ کو یہاں ملے گی“.

Uploaded by: www.nawadir.org

جس ماحول میں میں نے آنکھیں کھولیں اس میں ہر طرف مولانا تھانوی کا چرچا تھا، کوئی گھر بمشکل ایسا ہوگا جس میں بہشتی زیور نہ ہو، یہ کتاب بار بار پڑھی اور پڑھکر گھر والوں اور محلہ والوں کو سنائی، چونکہ ذہن کسی اور نقش سے خالی تھا یہ کتاب نقش اولیں بن گئی، جب نو سال کی عمر میں مدرسہ ضیاء العلوم مانی کلان جونپور میں فارسی پڑھنی شروع کی اس وقت مولانا تھانوی کی کتاب تعلیم الدین ہمارے نصاب میں تھی، دار العلوم ندوۃ العلماء میں مولانا تھانوی کی دوسری کتابوں کے پڑھنے کا موقع ملا، ندوہ کی طالبعلمی کا شاید آخری سال تھا کہ میں نے اور برادر مکرم آفتاب عالم ندوی نے رائی بریلی جاکر فجر کی نماز کے بعد تکیہ کی مسجد میں حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی، سلوک وطریقت میں تو کوئی پیش رفت نہیں کی، لیکن حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ سے اسی زمانہ مین امام غزالی کی کیمیائی سعادت اور مولانا تھانوی کی تربیت السالک پڑھی، کیمیائی سعادت زیادہ پسند نہیں آئی، لیکن تربیت السالک نے مولانا تھانوی کی حکیمانہ ومربیانہ مہارت کے نقوش ذہنوں میں مرتسم کردیئے، اور آج بھی یہ کتاب میرے مطالعہ میں رہتی ہے، شدت تاثیر میں شاید دنیا کی چند کتابوں میں اس کا شمار ہو.

مولانا تھانوی کا تذکرہ ہو تو پھر خواجہ عزیز الحسن مجذوب کا ذکر لازمی ہے، خواجہ صاحب نے تین جلدوں میں اشرف السوانح کے نام سے مولانا تھانوی کی سوانح لکھی، یہ کتاب کئی بار پڑھی، خواجہ صاحب مولانا تھانوی کے مرید عاشق تھے، فرماتے ہیں:

پڑ گئی تھی ان پہ بھولے سے نظر

بات اتنی سی؟ قیامت ہوگئی

در پردہ کوئی پردہ نشین دیکھ لیا ہے

اب حور بھی آجائے تو ڈالیں نہ نظر ہم

خواجہ صاحب بڑے پائے کے شاعر تھے، جو رتبہ امیر خسرو کو حضرت نظام الدین اولیاء کے دربار میں حاصل تھا، وہی مقام خواجہ صاحب کا مولانا تھانوی کے یہاں تھا، کتنے خوبصورت ہیں ان کے یہ اشعار:

کوئی مزا مزا نہیں کوئی خوشی خوشی نہیں

Uploaded by: www.nawadir.org

تیرے بغیر زندگی موت ہے زندگی نہیں

میکشوا یہ تو میکشی رندی ہے میکشی نہیں

آنکھوں سے تم نے پی نہیں آنکھوں کی تم نے پی نہیں

بیٹھا ہوں میں جھکائے سر نیچی کئے ہوئے نظر

بزم میں سب سہی مگر وہ جو نہیں کوئی نہیں

اور خواجہ صاحب کا یہ شعر تو غضب کا ہے:

ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی

اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی

جب بھی مولانا تھانوی اسے پڑھتے تو کئی بار پڑھتے، اور فرماتے کہ اگر میرے پاس ایک لاکھ روپیہ ہوتا تو خواجہ صاحب کو اس شعر کی نذر میں پیش کرتا.

Uploaded by: www.nawadir.org